© rasailojaraid.com

التحریف

از ۔ مولانا معین الدین صاحب ۔ ناظم کتاب خانہ حبیب گنج مسلم یونیورسٹی علیگڑھ

تحریف کے معنی ہیں" کلام کی وضع بدل دینا" اس تبدیلی کی تین صورتیں ہیں (۱) صحیح کو ط کردینا۔ عرفاً تحریف و تصحیف اسی معنے میں مستعمل ہے (۲) غلط کو صحیح کرنا ۔ اس کو عرفاً تصحیح تے ہیں (۳) ایک کلام ایک اعتبار سے صحیح ہوا اور دوسرے اعتبار سے غلط۔ جس کو نسرتی نباری سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ ایسی صورت میں موقع محل کا لحاظ رکھنا ضروری ہے۔ صحیح کے قع پر غلط کا اعتبار کرنا۔ یا غلط کے موقع پر صحیح کا اعتبار کرنا تحریف ہے۔ اس وقت ہماری یش نظر تحریف کی پہلی اور تیسری صورت ہے۔ دوسری صورت کو چونکہ عرفاً تصحیح کہتے ہیں وہ شار مضمون یعنی اغلاط پر متنبہ کرنے سے خود بخود ثابت ہو جائیگی ۔

اسباب تحریف

تحریف کبھی تو فرق سماعت سے واقع ہو جاتی ہے ۔ جیسے مثلاً کسی نے کہا ۔" یہ چیز بھیلی (یعنی نصف روپیہ) کی ہے " دوسرے کی سمجھ میں آیا ۔" یہ چیز دہلی (شہر) کا ہے۔"

کسی کاتب کے ادنیٰ تساہل سے واقع ہو جاتی ہے ، جیسے ، عذار ، کی" ذال" کا نقطہ زا عین کی طرف کو ہٹ کر لگ جائے تو لفظ ، غدار بن جائے گا ۔ اور" فذر" کا قدر یا فذر ہو جائے گا ۔ یحییٰ بن معین سے غالباً اسی تساہل کی بنا پر ابن مراجم ، کا ابن مزاحم ہوگیا ۔ (ابن مراجم)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہی اس کا باعث ہوتی ہے جیسے کوئی "تیرو تبر" کو تتر بتر (منتشر) سمجھ لے۔ اور جیسے

عن ابی موسیٰ العنزی نحن قوم لنا شرف نحن من عنزة صلے الینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ابو موسیٰ العنزی کا قول ہے کہ ہماری قوم کو بڑا شرف حاصل ہے ہم قبیلہ عنزہ سے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہماری جانب نماز پڑھی ہے۔

غلط فہمی نے قبلہ (یعنی سترہ) قبیلہ بن گیا۔ اور ممکن ہے یہ قول تفریحاً کہا گیا ہو۔ تاہم تحریف سے خالی نہیں۔

اس غلط فہمی کا ایک اور واقعہ ملاحظہ ہو۔

قُرآن بن یسار العقعی مسلمانوں میں ایک بہت دلیر شخص گذرا ہے۔ اس کے یہاں ایک لڑکی رہتی تھی جس کا نام لیلےٰ تھا۔

ایک مرتبہ گرمی کے موسم میں وہ اپنے اونٹوں کو لے کر جنگل میں چلا گیا۔ اکثر وہیں رہتا۔ ایک مرتبہ ایک غار میں اس کو ایک ہرن مل گیا۔ اس کو ذبح کر کے آلائش سے صاف کر کے رکھ لیا۔ اور (غالباً اسی روز یا اگلے دن) ایک دودھ بھرا مشکیزہ اور وہ ہرن لے کر شب کے قریب گھر پہنچا۔ راستے میں کچھ بچے کھیل رہے تھے ان ہی میں یہ لیلیٰ بھی تھی۔ بچوں نے یہ عمدہ مال دیکھ کر آپس میں کہا۔ "اس مال سے کس کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں گی۔ کسی نے کہہ دیا "لیلیٰ کی"۔

قُرآن نے گھر پہنچکر لیلیٰ کو نہ پایا۔ سامان رکھ کر لیٹ گیا۔ گوشت کے بعض حصہ میں بدبو آگئی تھی۔ لیلیٰ مکان کے صدر دروازے سے تو آئی نہیں ورنہ گوشت دیکھ لیتی۔ بلکہ دوسری جانب دریچے سے آئی۔ اور گھر میں بدبو محسوس کر کے کہنے لگی۔ "ارے یہ تعفن کیسا"

قُرآن نے اپنی غلط فہمی سے یہ سمجھ لیا کہ یہ مجھے کہہ رہی ہے۔ اس احمقانہ تحریف کا کیا نتیجہ ہوا اور کہاں تک یہ آگ پھیلی ایک طویل مضمون اور ہماری بحث سے خارج ہے۔ دیکھنا ہو تو کتاب المحبر باب فتاک الاسلام ملاحظہ ہو۔ کبھی بوقت تکلم حروف متشابہ الصوت میں زبان

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

یہ غلط ادائیگی کی بنا پر تحریف بن جاتی ہے، جیسے حثیث (سریع و حریص) کا حسیس (آواز نرم) وراحد، (یکتا) کا اہد (زیادہ ویراں یا بے حد خوفزدہ)

کبھی تفریحاً کلام میں تبدیلی پیدا ہوتی ہے۔ جیسے اکثر پیار میں بچوں کا نام بگاڑ لیتے ہیں۔ پھر بگڑا ہوا نام مشہور ہو جاتا ہے۔

کبھی قصداً کسی بات میں تغیر تبدل یا اخفا کی صورت پیش آتی ہے۔ جیسے یہود یوں نے توراۃ میں ایسی ناشائستہ حرکت قصداً کی تھی۔ فرعون مصلحین کو مفسدین سمجھ کر ان ہذا ان لساحران یریدان ان یخرجاکم الخ کہہ بیٹھا اور اپنے ہی طریقہ کو بہتر سمجھا۔

اقسام تحریف

(۱) کلامی تحریف (۲) کلمی تحریف (۳) حرفی تحریف

(۱)

کلامی تحریف کی دو قسمیں ہیں۔ موضوعی تحریف۔ اسلوبی تحریف۔ موضوعی تحریف مثلاً (۱) بیان محامد کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ ذمائم کی مذمت کرتے ہوئے ممدوح سے نفی کی جائے جیسے" ان اللہ لیس بظلام للعبید" ایسی صورت میں کوئی مرتکب ذمیمہ یہ سمجھ کر کہ میری مذمت سے چراغ پا ہو جائے۔ (۲) کلام مثبت کو منفی یا منفی کو مثبت یا ایک کلام کی بجائے دوسرا کلام یا نفس کلام ہی کو حذف کر دینا۔ جیسا کہ یہود و نصاری نے کیا ہے۔

اسلوبی تحریف۔ مثلاً تفریحی کلام کو غیر تفریحی سمجھ کر اس سے نتائج اخذ کرنا یا کسی کا اپنے مخالف کو سنانے کے لئے تفریحی طرز میں ایسی بات کہہ دینا جو اسکو ناگوار گزرے اور وہ اس تفریحی طرز ہجا پر کچھ کہہ نہ سکے۔

(۲)

کلمی تحریف کی چار صورتیں ہیں۔ لغوی مع اصطلاحی۔ ایزادی مع تحقیقی۔ تجنیسی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ترکیبی :

لغوی مع اصطلاحی۔ مثلاً کوئی کلمہ لغوی یا (اصطلاحی) معنے میں استعمال کیا گیا ہو۔ اس کلمہ کو اپنی اغراض کی بنا پر بجائے لغوی معنے کے اصطلاحی معنے پر منطبق کرنا۔ جیسے "سونا" مصدری لغوی معنے نیند میں ہونا۔ اور اصطلاحی معنے کام سے غافل ہونا۔

کبھی یہ صورت مادہ کی تبدیلی سے بھی ہو جاتی ہے۔ چنانچہ "لا تقولوا راعنا" کی ممانعت اسی بنا پر ہے۔ یہ لفظ اصل میں "رعایت" سے ہے مگر رعیت سے بمعنے محکوم یا چرواہا اور رعونت بمعنے احمق بھی ہو سکتا ہے۔ مومنین باوجودیکہ اصلی معنے میں استعمال کرتے تھے پھر بھی ممانعت کی گئی۔

ایزادی مع تحقیق۔ جیسے حظ کو حنظہ۔ اور بالعکس تجنیسی۔ جیسے حظ کو غظہ اور حسیس کو خنیس یا خشیش۔

ترکیبی۔ جیسے "عصیٰ آدمُ ربَّہٗ" میں پیش کی بجائے زیر اور زبر کی بجائے پیش پڑھنا کفر ہے۔ اور مثلاً "آپا" بمعنے ہمشیرہ اور "جی" کلمہ تعظیم ہے۔ اب کلمہ "آپا جی" کو "آ" صیغہ امر اور پاجی، کلمہ تحقیر سے تحریف کرنا۔

(۳)

حرفی تحریف

حروف کی متعدد قسمیں ہیں۔ بعض ہم مخرج۔ بعض قریب المخرج۔ ان دونوں قسموں کے حروف حسب قواعد صرفیہ و قرائیتہ باہمی تبدیلی اختیار کر لیتے ہیں جیسے کذبت مَنْ کفرِ اور قُل رَّبِّ وغیرہ۔ چنانچہ اس کے خلاف کذدت۔ من تکفر۔ اور قل رَبّ۔ وغیرہ پڑھنا تحریف ہے۔

بعض حروف متشابہ الصوت یعنی تقریباً ایک سی آواز کے ہیں۔ ایسے حروف میں فرق اور امتیاز مخرج اور صفات کے ذریعہ ہوا کرتا ہے۔ یعنی جن حروف کا مخرج ایک ہو تو صفات سے امتیاز کیا جاتا ہے اور جن کی صفات کلاً یا بعضاً ایک ہوں تو مخرج اور بقیہ صفات سے امتیاز ہوتا ہے۔ گویا آواز

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

میں مشابہت کے لئے اتحاد یا قرب مخرج یا صفات کثیرہ میں متحد ہونا ضروری ہے۔ یہ ضروری نہیں کہ اس قسم کا اتحاد مشابہت کو لازم کرلے۔ مثلاً "ت" اور "دال" کے مخرج اور تین صفتوں میں اتحاد ہے۔ مگر آواز میں مشابہت نہیں۔

ذیل میں ہم ایک سی آواز والے چند حروف کا نقشہ پیش کرتے ہیں۔

حروف	مخارج	صفات	آواز میں مشابہت کی وجہ
ت	زبان کی نوک اور اوپر کے دانتوں کی جڑ	شدیدہ۔ مہموسہ۔ مستفل۔ منفتح آواز بند | سانس جاری | زبان نیچے رہے منہ کھلا رہے	مخرج اور صفت شدت میں موافقت کی بنا پر آواز میں مشابہت ہے باقی صفات سے امتیاز ہوتا ہے۔
ط	"	" مجہورہ۔ مستعلی۔ مطبق۔ مقلقل۔ مفخم۔ سانس بند۔ زبان اوپر۔ زبان تالو سے ہو نہ ہو کو نظر آنے [illegible] نیں نکلے۔ بھر کر	
ث	زبان کی نوک اور اوپر کے دو دانتوں کا کنارہ	رخوہ۔ مہموسہ۔ مستفل۔ منفتح۔ آواز جاری	قرب مخرج اور چار صفتوں میں موافقت کی بنا پر آواز میں مشابہت ہے ایک صفت سے امتیاز ہوتا ہے۔
س	زبان کی نوک اور نیچے کے دانتوں کا کنارہ	" " " " صفیر سیٹی کی سی آواز	
ص	"	" " " مستعلی۔ مطبق۔ (اطباق کے لئے استعلا لازم ہے)	س سے مخرج اور تین صفتوں میں متحد ہے۔
ذ	ث کا مخرج	" مجہورہ۔ مستفل۔ منفتح۔	قرب مخرج اور چار صفتوں میں موافقت ہے
ز	س کا مخرج	" " " " "	
ظ	ث کا مخرج	" " " مستعلی۔ مطبق۔ مفخم	ذال سے مخرج اور دو صفتوں میں متحد ہے
ض	زبان کا وہ کنارہ جو داڑھوں سے ملا ہوا ہے کسی ایک طرف کی اوپر کی داڑھوں کی جڑ سے لگا کر	" " " " مستطیل (مخرج اور آواز میں طول ہے)	ظ کی تمام صفتوں سے متحد ہو کر صرف استطالت اور مخرج کا فرق جس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ ظ کی آواز باہر کو نکلتی ہوئی معلوم ہوگی اور جلد ختم ہو جائے گی اور ض کی آواز منہ کے اندر گھٹتی ہوئی معلوم ہوگی۔ اور صفت استطالت کی بنا پر کچھ دیر قائم رہے گی۔
		نوٹ:۔ چونکہ ناواقف لوگ "ض" کو "دال" کی سی آواز سے ادا کرتے ہیں اسلئے ہم دال کو بھی اس نقشہ میں دکھلاتے ہیں تاکہ یہ معلوم ہو جائے گا کہ "دال" کی "ض" سے سوائے صفت کے اور کوئی مناسبت نہیں۔	
د	ت کا مخرج	شدیدہ۔ مجہورہ۔ مستفل۔ منفتح۔ مقلقل۔	.

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مخرج یا صفت بدل جانے سے معنی بھی بدل جاتے ہیں۔ جیسے "قنوت" فرمانبرداری، قنوط ناامیدی، ربث، روکنا، ربس، سختی۔ ربص، انتظار۔ "ذل" ذلیل ہوا۔ زل" پھلا۔ ظل" ہوگیا، ضل" گمراہ ہوا۔ واقف کیلئے ایسے حروف مماثل (یعنی ذ۔ ث۔ ض۔ وغیرہ کو ز۔ س۔ ظ۔ وغیرہ) کے مخرج سے نکالنا تحریف ہے۔

خدا بھلا کرے فقہا کا انھوں نے عوام الناس کی سہولت کے لئے ان متشابہت الصوت حروف میں جن میں امتیاز دشوار ہے۔ ایک کے بجائے دوسرا ادا ہو جانے پر نماز جائز ہو جانیکی اجازت دیدی ہے۔ ان پر خدا کی رحمت۔

مغالطہ ۱

سراج القاری شرح شاطبیہ میں حرف "ض" کی صفت استطالت کے بیان میں لکھا ہے اس کی لمبائی زبان کی جڑ سے لام کے مخرج تک مل جاتی ہے

لفظ تک، (یعنی الی وحتی) انتہا رغایتہ کے لئے ہے اور غایتہ اور مغیا اگر ایک جنس کے ہوں تو حکم میں بھی شامل رہتے ہیں ورنہ نہیں۔ اور "لام" کا مخرج زبان کا وہ کل کنارہ ہے جو صرف دانتوں سے ملا ہوا ہے۔ اگرچہ یہ صرف نوک کے کنارہ سے بھی نکل آتا ہے۔ اس مخرج کا ذرا سا حصہ (یعنی نوک زبان) "دال" کا مخرج ہے بعض ہندی علما نے غایتہ کو مغیا میں داخل خیال کر کے "ض" کے مخرج میں زبان کا سب کنارہ لکھ دیا ہے۔ اور بعض قرار نے اسکی آواز کو "ذال" اور "ظ" کے بین بین مگر "ظ" کے قریب لکھا ہے حقیقت میں اس جملہ کا مطلب یہ ہے کہ "ض" کے مخرج کے طول کی انتہا لام کے مخرج کی ابتدا سے مل جاتی ہے یہ مطلب نہیں کہ "ض" کے مخرج میں زبان کا کل کنارہ استعمال ہوتا ہے

طواد۔ لواد۔ دواد

اسی مغالطہ کی بنا پر اکثر مصر والے حرف "ض" کو طواد۔ اور حبشہ والے بعض لوگ لواد، اور بعض دواد کہنے لگے۔ (تمہید ابن الجزری) بہ نسبت لواد کے طواد اور دواد کی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تحریف نہایت بدترین تحریف ہے۔ اس لئے کہ "ط" اور "د۔ل" کی آواز میں قلقلہ (یعنی مخرج میں ٹکر سی لگنا لازمی ہے "ض" اور "ظ" کی آواز میں قلقلہ ثابت نہیں۔ نیز زبان کے اگلے حصہ کو استعمال کئے بغیر ط۔ د۔ ل۔ کی آواز نکل نہیں سکتی اور "ض" کی ادائیگی میں زبان کا اگلا حصہ استعمال میں نہیں آتا بلکہ زبان کا آخری اور درمیانی حصہ مستعمل ہوتا ہے۔

یہ حرف اس طریقہ سے صحیح ادا ہو جائے گا۔ زبان کے اگلے کنارہ کو نیچے کے دانتوں کی جڑ سے چسپاں کرلو۔ اور درمیانی حصہ کو آہستگی سے تالو کی طرف اٹھا لو۔ اور اس درمیانی حصہ کے کسی ایک طرف کے کنارہ کو اوپر کی ڈاڑھوں سے لگا کر سانس کو روکتے ہوئے آواز کو جاری رکھو۔

حروف متشابہ الصوت میں عوام الناس تو امتیاز کر ہی نہیں کر سکتے۔ خواص کو بھی ض" اور "ظ" کی آواز میں امتیاز کرنا مشکل پڑتا ہے۔ محققین نے اس حرف کو اصعب الحروف لکھا ہے۔ حقیقت میں اس حرف کا صحیح ادا کر لینا ہر کسی کا کام نہیں۔ تاہم تحریف سے بچنے کے لئے اتنا کافی ہے کہ "ض" کو ط۔ ظ۔ د۔ ل۔ اور غین کے مخرج سے بچا لیا جائے۔ البتہ "ظ" کی آواز سے ملتی جلتی رہے۔

(نوٹ) غین کی قید اس لئے لگائی ہے کہ "ض" کو مخرج سے صفات کے ساتھ ادا کرتے وقت (ادنیٰ تساہل سے) غین کے مخرج میں کچھ حرکت پیدا ہو جاتی ہے اس سے بھی بچنا چاہیئے۔

ایک عام غلطی اور ہو رہی ہے کہ ص۔ ض۔ ط۔ ظ۔ کی ادائیگی میں کچھ "واو" کو بھی شامل کرتے ہیں۔ ان حروف کو اس طریقہ سے ادا کرنا چاہیئے کہ "واو" کی بو بھی نہ آنے پائے۔ جس کی ترکیب یہ ہے کہ حروف کو ادا کرتے وقت لبوں میں ادنیٰ حرکت بھی پیدا نہ ہونے دیں۔

عربی زبان کے حروف بعض تو ہم شکل ہیں۔ جیسے ب۔ ت۔ ث۔ بعض ہم مخرج

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہیں۔ جیسے، د ۔ ت ؛ بعض ہم آواز ہیں۔ جیسے، س ۔ ث ؛ مگر معنی میں کہیں زمین آسمان کا فرق ہے کہیں قریب قریب ہیں۔ اگر ایک کی بجائے دوسرا ادا ہو جائے یا لکھ دیا جائے تو کلمہ بگڑ جائے گا۔ معنی بدل جائیں گے۔ اور نماز فاسد ہو جائے گی۔ اس ہی بنا پر فقہا نے عوام الناس کی سہولت کے لئے ان متشابہ الصوت حروف میں جن میں امتیاز دشوار ہے ایک کی بجائے دوسرا ادا ہو جائے تو نماز جائز ہو جانے کا فتویٰ دے دیا ہے (شامی مسائل زلۃ القاری)۔ لہذا حرف "ض" کو اگر دال کی سی آواز سے ادا کیا تو یقیناً نماز فاسد ہو جائے گی۔ اس لئے کہ ان دونوں حرفوں میں نہ شکل کی مناسبت ہے نہ مخرج کی نہ آواز کی۔

بعض احمق لوگ یہ کہہ دیتے ہیں کہ ہم نے بڑوں بڑوں کو اسی طرح پڑھتے سنا ہے اسی معنی کا جملہ ابتدا اسلام میں کفار نے کہا تھا "انا وجدنا آبائنا کذلک یفعلون" (ہم نے اپنے بزرگوں کو اسی طرح کرتے دیکھا ہے)۔

تحریف کی یہ تمام صورتیں آیت کریمہ "یحرفون الکلم عن مواضعہ" میں داخل ہیں۔ اور قواعد کے خلاف قرآن شریف میں تحریف کرنے والا اسلام سے خارج ہے۔ جیسے "عصیٰ آدمَ ربّہ" اور "واذ ابتلے ابراہیمُ ربّہ" بہ نیت صحت پڑھنے والا سبقت لسانی سے اگر ایسا ہو جائے تو معاف ہے۔ مگر صحت کے ساتھ اعادہ ضروری ہے۔

مغالطہ ۳

مسائل زلۃ القاری کے سلسلہ میں اس حرف کے متعلق فقہا کے مختلف اقوال ، جن صاحب کی نظر متشابہ بالدال سے جواز صلوٰۃ کے قول پر پڑتی ہے وہ اس حرف کے نام ہی کو "دواد" تسلیم کر لیتے ہیں۔ حالانکہ اس بحث کا منشا محض اتفاقات پر مبنی ہے دائمی تبدیلی اس سے ثابت نہیں ہوتی۔ حقیقت میں ان اقوال کا منشاء یہ ہے کہ اگر اتفاقاً کہیں ایسی صورت پیدا ہو جائے اور معنی نہ بگڑیں تو نماز فاسد نہ ہوگی۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جیسے، ضالین کو ظالین یا دالین، پڑھ دے۔ کہ دونوں صورتوں میں معنے نہیں بگڑتے۔ (کبیری)۔ اور اگر، بعض الظالم کو یعد الظالم، پڑھ دے تو نماز فاسد ہو جائے گی۔ اس لئے کہ "بعض" کے معنی دانت سے کاٹنے کے ہیں اور "یعد" کے معنی شمار کرنے کے ہیں۔ ایسے ہی "مغضوب" اور "مغدوب" ہیں۔ مغضوب کے معنی ہیں غصہ کیا گیا اور مغدوب کے معنی ہیں ڈاٹ دار یا گھنڈی دار یا غدود والا۔ آیۂ کریمہ کا منشاء دائمی تحریف کا ہے۔ اتفاقی صورتیں اس میں داخل نہیں۔

عالمانہ تحریف

یہ ایک کلیہ ہے کہ عالم کی غلطی سے تمام قوم گمراہ ہو جاتی ہے۔ پھر جب کوئی اصلاح کرنا چاہتا ہے تو قوم میں افتراق پیدا ہو جاتا ہے۔ یہی صورت اس "ض" کے قصہ میں رونما ہے۔

تمہید لابن الجزری میں ہے: "وقد حکی ابن جنی فی کتاب التنبیہ وغیرہ ان من العرب من یجعل الضاد ظاء مطلقا فی جمیع کلامھم وھذا غریب وفیہ توسع للعامۃ"

جس عالم کی اس عبارت پر نظر ہو اس سے جب اس مسئلہ کے متعلق دریافت کیا جائے تو تحقیق سرگردانی سے بچتے ہوئے یہ کہہ دیتا ہے کہ اس حرف میں بہت گنجائش ہے۔ جس طرح بھی ادا کر لیا جائے درست ہے۔

اس فتوے سے "دُوَادیوں" کی ہمت افزائی ہو جاتی ہے۔ عالم صاحب نے یہ خیال نہ کیا کہ وہ گنجائش صرف "ض" اور "ظ" کی باہمی تبدیلی کی ہے نہ یہ کہ جس حرف سے چاہو بدل لو۔

مفتی عنایت احمد صاحب اپنے رسالہ "البیان الجزیل" میں لکھتے ہیں۔ مگر ایک بلائے عام زمانے میں یہ ہو گئی ہے کہ "ض" کو بصورت دال کے پڑھتے ہیں۔ مشتبہ الصوت دال کا اسے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کردیا ہے کہ دال پُر نہیں وہ پُر ہے۔ سو یہ بات جملہ کتب قرات اور تفسیر اور فقہ کے علا
سب کتابوں میں "ض" کا مشتبہ الصوت ہونا "ظا" سے ثابت ہوتا ہے نہ کہ "دال" سے اور و
عبدالمالک صاحب تعلیقات المالکیہ میں لکھتے ہیں "ضاد کا دال مہملہ سے فصل اور اد
چونکہ آسان ہے اور مشقت کے درجے میں نہیں اسلئے ضاد کی جگہ دال مہملہ مانع ۔ فسر قعہ یا منہ
پڑھنے سے چونکہ فتاوی خانیہ "ولا قرأ الدالین بالدال فسد صلوٰۃ" کا جزیہ
موجود ہے سب کے نزدیک نماز فاسد ہوگی۔

بعض علما کا یہ قول بھی صحیح نہیں کہ "اسکو اس دقت سے ادا کرنا چاہئے کہ جو اصل ہے و
ادا کیا جا رہا ہے اگر ادا نہ ہو تو معذوری ہے" اس لئے کہ یہ حکم "الثغ" (تتلے) کے لئے
اس کے لئے حرف "ض" ہی کی تخصیص نہیں بلکہ تمام حروف اسی درجہ میں ہیں۔ جواز" دو
کے لئے اس قسم کی جو تاویلیں بھی ہوں وہ علما کا تحکم ہے۔

چونکہ میرے نزدیک ایسی تحریف سے نماز نہیں ہوتی اسلئے میں اکثر ترکِ جماعت کا
رہتا ہوں۔ اس بات کو محسوس کر کے ایک مولوی صاحب نے مجھ سے فرمایا کہ چونکہ جماعت
احترام ضروری ہے۔ اس لئے جماعت میں ضرور شریک ہونا چاہئے۔ اسکے بعد آپکو اعادہ
اختیار ہے۔ میں نے یہ کہہ کر وقت کو ٹال دیا کہ اچھا میں اس پر غور کر لوں۔ مولوی صاحب کا
کا خیال اس طرف نہ گیا کہ جب نماز ہی کی صحت میں کلام ہے اور جماعت اس کے تابع
تو نفس جماعت کا احترام کیا معنی رکھ سکتا ہے۔ تمثیلاً حنفی اور شافعی مذہب میں ایک م
طہارت میں ایسا اختلاف ہے کہ شوافع کے نزدیک طاہر ہے اور احناف میں غیر طاہر۔ فر
کرو کسی موقعہ پر شافعی امام ہے اور حنفی کو اپنے مذہب کے مطابق اس کے غیر طاہر ہو
علم ہے تو کیا اس صورت میں جماعت کے احترام کی بنا پر حنفی کو جماعت میں شریک ہو
ہیے، بخلاف احترام وقت کے کیونکہ نماز تابع وقت ہے۔ اگر وقت کے اندر کوئی ا
عذر پیش آجائے جس سے نماز میں کراہت آتی ہو تو احترام وقت کی بنا پر نماز پڑھ لینی چاہ
اس کے بعد اگر اس نماز کا اعادہ کر لیا جائے تو بہتر ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مجھے تو صرف اپنے ہندوستانی بھائیوں کے قرآن شریف میں "دواد" پڑھنے پر شکوہ ہے۔ مگر ملا علی قاری رحمۃ اللہ کو اپنے زمانہ میں "دواد۔ ذواد۔ طواد۔ ظواد۔ لواد" پڑھنے والوں سے شکوہ تھا۔ لطیفہ یہ ہے کہ " ذ۔ ط۔ ظ۔ ل" سے مشابہت کی وجہ ہو بھی سکتی ہے گو ضعیف اور لغو سہی۔ مگر دال سے مشابہت کی کوئی وجہ سمجھ میں نہیں آتی

واضح رہے کہ بعض حروف عربی زبان کے مخصوص ہیں جس کلمہ میں بھی پائے جائینگے خواہ کسی زبان میں مستعمل ہوں وہ کلمہ عربی ہی رہے گا۔ جیسے ث۔ ض۔ وغیرہ۔ اسکے تلفظ میں تغیر تبدل جائز نہیں۔ ورنہ وہ کلمہ غیر فصیح ہو جائے گا۔ چنانچہ عام گفتگو میں حرف "ض" ظ۔ یا۔ ز۔ کی آواز کے مشابہ بولا جاتا ہے۔ جیسے عرض۔ قرض۔ وضو۔ ضرورت۔ حضرت۔ ضمانت نبض۔ بغض۔ فیض۔ ضمیر۔ راضی۔ قاضی۔ ماضی۔ حاضر وغیرہ۔ حیرت ہے کہ قرآن شریف میں اس حرف کو دال کی سی آواز سے ادا کیا جائے اور عام گفتگو میں، ظ۔ یا۔ ز کی آواز سے بولا جائے۔ البتہ بعض دیہاتی الفاظ میں "ق" کو۔ گ۔ اور "ض" کو دواد بولتے ہیں۔ جیسے "تگادہ" (تقاضہ) اب اگر قرآن شریف میں ایسی دیہاتیت جائز ہو تو میں بھی دوادیوں کے پیچھے نماز پڑھنے لگوں۔ بہتر ہو کہ کوئی صاحب "دواد" کے مدلل ثبوت سے مجھے مطلع فرمائیں۔

یہ بھی یاد رکھو کہ باہمی اختلاف کبھی سبب رحمت ہوتا ہے کبھی سبب زحمت۔ مثلاً "فاتحہ خلف الامام" چونکہ دونوں طرح ثابت ہے اس لئے حنفی۔ شافعی۔ اختلاف رحمت ہے۔ اور رسومات "شادی و غمی" وغیرہ میں شریعت کے خلاف امورات بدعیہ کا مرتکب ہونا زحمت ہے۔ اسی طرح دوادیوں کا صحیح پڑھنے والوں سے اختلاف کرنا اپنی عاقبت خراب کرنا ہے۔ فاولئک حبطت اعمالھم فی الدنیا والآخرہ۔

قراء کا مضحکہ

علامہ جزریؒ فرماتے ہیں "من لم یجود القرآن آثم" قرآن شریف بذریعہ صوت

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نازل ہوا ہے۔ چنانچہ مباحث لفظیہ میں سے پہلی بحث "اصوات الحروف" ہے جس۔ فن تجوید کا تعلق ہے۔ دوسری بحث "ترکیب الحروف و الکلمات" ہے جس سے علمِ صرف و نحو کا تعلق ہے اور مباحث معنویہ میں سے پہلی بحث "معنے" کی ہے۔ جس سے فن لغت کا تعلق ہے۔ دوسری بحث "ترکیب استعمال" کی ہے جس سے فنِ بلاغت کا تعلق ہے تیسری بحث معانی و مطالب کی ہے جس کو فقاہت کہتے ہیں۔ گویا فہم معانی و مطالب صحتِ الفاظ پر موقوف ہے۔ لہٰذا قرآن شریف میں لفظی غلطی یقیناً داخلِ معصیت ہے۔ جس کی طرف علامہ جیدری رحمۃ اللہ [illegible] القرآن [illegible] میں اشارہ فرمایا ہے۔ اور امام غزالیؒ عجیب مضحکہ انگیز جملہ تحریر فرماتے ہیں: "چونکہ قرآن کی پوری توجہ تحقیق حروف اور ان کو مخارج سے ادا کرنے پر موقوف رہتی ہے۔ لہٰذا فہم معانی کی طرف توجہ نہیں کرتے۔ گویا ان کے اور معانی کے درمیان ایک شیطانی پردہ پڑ جاتا ہے اس پر شیطان خوب قہقہہ لگاتا ہے۔

امام غزالیؒ کا صرف قراء کو مخصوص کرنا بعید از قیاس معلوم ہوتا ہے اس لئے کہ اس زمرہ میں صرفی و نحوی وغیرہ حتیٰ کہ راویانِ حدیث بھی شامل ہیں کیوں کہ ان کا موضوع محض تصحیحِ کلام و نقلِ کلامِ رسول صلعم ہے۔ معانی سے ان کو کوئی واسطہ نہیں۔ نیز یہ شیطانی قہقہہ ان تمام افراد پر بھی صادق آجائے گا جو بغیر فہم معانی کے احکامِ شرعیہ پر صحیح عمل کرتے ہیں جس میں ایک طبقہ صوفیہ بھی شامل ہو جائے گا۔ پھر اس شیطانی قہقہہ سے بچنے کے لئے محض معانی کو قائم رکھتے ہوئے اگر الفاظ قرآنی بدل جائیں تو کیا جوازِ صلوٰۃ کا فتویٰ دیدیا جائے گا۔ اس جملہ کی تاویل اس طرح ممکن ہے کہ امام غزالیؒ کا منشا معانی کی طرف سے مطلقاً غفلت کا ہے۔ اگر کم از کم اتنا علم ہو جائے جس سے نماز کی صحت قائم رکھ سکے تو اس جملہ میں داخل نہیں۔ مثلاً "مغضوب" کے "ض" کو "دال" کی سی آواز سے ادا کیا تو نماز فاسد ہو جائے گی۔ اس لئے کہ مغضوب کے معنی ہیں غصہ کیا گیا۔ اور مغدوب کے معنی ہیں [illegible] [illegible]

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

یا مذ و دو ااًلا ۔

خود امام غزالیؒ ہی اس حرف کے متعلق لکھتے ہیں کہ "ض اور ظ" کے درمیان امتیاز کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے ۔

اس جملہ سے دو باتوں کا پتہ چلا (۱) ان دونوں حروف کی آواز میں بہت زیادہ بہت تشابہ ہونا (۲) اس مشابہت کو قائم رکھتے ہوئے امتیاز کرنا دشوار ہونا اس لئے کہ "ث" اور "س" میں بھی مشابہت ہے مگر امتیاز دشوار نہیں ۔

تحریفِ اعتباری

تحریف کی تیسری صورت اعتباری ۔ یعنی ایک کلام ایک اعتبار سے غلط ہوتا ہے ۔ دوسرے اعتبار سے صحیح جیسے مثلاً (۱) بعض علماء کے نزدیک قرآن شریف پڑھنے کی اجرت لینا دینا دونوں ناجائز ہیں ۔ اس اعتبار سے تراویح میں قرآن شریف پڑھنے کی اجرت ناجائز قرار پاتی ہے ۔ مگر دوسرے اعتبار سے یہ اجرت قرآن شریف پڑھنے کی نہیں بلکہ امامت تراویح کی اجرت ہے بلا تکلف جائز ہے ۔

(۲) نواب صدر یار جنگ بہادر بعد مغرب کپڑے کی کرسی پر بیٹھے ہوئے تسبیح پڑھا کرتے ہیں ۔ اس حالت میں کبھی ایسی غنودگی بھی ہو جاتی ہے کہ تسبیح ہاتھ سے گری متنبہ ہوئے اور تسبیح اٹھالی ۔ ایک مرتبہ اس وقت راقم پہنچ گیا ۔ نواب صاحب کرسی سے اٹھے اور مجھ کو اسی کرسی پر اپنی نشست کی طرح بٹھلایا ۔ پھر فرمایا "اگر ایسی حالت میں نیند آجائے تو وضو رہے گا یا نہیں ؟" میں نے بے سوچے سمجھے کہہ دیا کہ وضو نہیں رہے گا ۔ نواب صاحب پر اس کا اثر ہوا اور فرمایا کہ "اب تو عشا کی نمازیں بہت ضائع ہوئیں" ۔ اس کے بعد میں چلا آیا ۔ اگلے دن صبح کو بعد نماز فجر مسجد میں پھر فرمایا کہ "عشا کی نمازیں بہت ضائع ہوئیں" ۔ مجھے متنبہ ہوا اور غنودگی کی کیفیت خیال میں آئی ۔ میں نے عرض کی کہ آپ "اسکوہ نوم"

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

میں نے اس کی ایک چنگاری اٹھالی گود میں
اور اپنے جسم کو اس سے جہنم کرلیا۔
پھر اسی کی آنچ سے پہنچا کے اک سیدھی لپیٹ!
کردیا تجھ کو مجسم۔ اے فتنۂ یادِ حرم!
تیری کج رفتاریاں غیروں کی آوردہ نہیں؟
سچ بتا تو ہند کے دشمن کی پروردہ نہیں؟

سہیلیاں (سب مل کر): اے مرے ہندوستاں!
اے خطۂ جنت نشاں!

تعصب: چھوڑ یہ جھوٹے ترانے، بھول یہ دھوکے کی چال

سب مل کر: کتنی پرآشوب ہیں
تیرے جنوں کی سرگرمیاں۔
تیرا دشمن ہو رہا ہے
کیوں تیرا عزم جواں
اور آنکھوں پر بندھی ہیں
دشمنوں کی پٹیاں۔

علم: "عقل ہے بے زمام ابھی، عشق ہے بے مقام ابھی!
نقش گرِ ازل ترا نقش ہے نا تمام ابھی
خلقِ خدا کی گھات میں رند و فقیہہ و میر و پیر!
تیرے جہاں میں ہے وہی گردشِ صبح و شام ابھی!
دانش و دین و علم و فن بندگیٔ ہوس تمام!
عشقِ گرہ کشائے کا فیض نہیں ہے عام ابھی!

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بعد مسافت سے ولیِ قریب کی ولایت باطل ہو کر ولیِ بعید کو حاصل ہو جاتی ہے لہٰذا
نِ ثانی درست ہے۔

صدق اللہ العلی العظیم وفوق کل ذی علم علیم

الغرض ایسی صورت میں غلط کے موقعہ پر صحیح کا اعتبار کرنا یا صحیح کے موقعہ پر غلط
اعتبار کرنا تحریف ہے۔ گرچہ دونوں اعتبار صحیح ہیں۔

واللہ اعلم بالصواب

تحریف و تصحیف کا ایک عجیب و غریب واقعہ جو اس مضمون کا باعث ہوا

علامہ طیبیؒ متوفی ۷۴۳ھ کی تصانیف کچھ تو نادر الوجود ہیں اور کچھ کمیاب ہیں۔
اور جہاں تک ہمیں معلوم ہے ان تصانیف میں سے کوئی بھی کسی مطبع کی مرہون منت
نہیں۔

خیال تھا کہ کتاب خانہ "حبیب گنج" کا ان درر حکمیہ میں کچھ تو حصّہ ہونا چاہیئے۔
الحمد للہ یہ امید برآئی۔ اور ان تصانیف میں سے دو عقد الجواہر نے کتابخانہ کو زینت
بخشی۔ ایک رسالۂ اصول الحدیث۔ دوسری شرح مشکوٰۃ المصابیح۔ افسوس یہ معلوم نہ ہو سکا
کہ یہ شرح کس کاتب کے قلم کی منت پذیر ہے۔ نہ سنِ کتابت ہے ما تنا پتہ ضرور چلا کہ
کاتب صاحب خط نسخ عرب میں پختہ قلم ہیں، عالم فاضل ہیں۔ مگر ایک مشہور جملہ "عاقلاں
پروائے نقط نکنند" پر عامل ہیں۔ رحمہ اللہ۔
اس کتاب نے جب کتاب خانہ حبیب گنج کو شرف بخشا تو نہایت بوسیدہ کرم خوردہ اور
مجزی تھی۔ خدمت کی گئی۔ الحمد للہ جب وہ اچھی حیثیت میں ہوگئی تو دل میں اس کے مطالعہ
کی گدگدی پیدا ہوئی۔ جستہ جستہ دیکھا۔
معارف علیا نے نقل کا اشتیاق پیدا کیا۔ چنانچہ کچھ کم و بیش دو سال کی مدت میں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

پوری کتاب نقل ہوگئی۔ اس کے بعد ترجمۃ المصنف کا اضافہ بھی ہوگیا۔ والشکر للہ۔

مساتی باوجود پوری کتاب نقل کر لینے کے طبیعت سیر نہیں ہوئی۔ پھر مطالعہ کو جی چاہا۔ اور خیال کرکے کہ جس لغت کو دیکھنے کی ضرورت پیش آئے یا کوئی مقام توضیح طلب ہو تو اس کو قلمبند اور واضح کردیا جائے۔ مطالعہ شروع کیا۔

باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ فصل ثالث کی چوتھی حدیث پر پہنچا تھا کہ چلتے چلتے عبارتِ ذیل میں ٹھوکر کھائی

"فتمسک بسنتہ × خیر من احداث بدعہ مستحسنہ"

خیال ہوا کہ "بسنتہ خیر" کے درمیان کوئی لفظ اور ہونا چاہئے۔ جو شائد میرے قلم سے رہ گیا۔ منقول عنہ میں یہ مقام نکالا۔ دیکھا، معلوم ہوا کہ لفظ تو ہے مگر ایسا قلم زدہ ہے کہ پڑھا نہیں جاتا صرف "ۃ" ظاہر ہے۔ خوشی بھی اور افسوس بھی۔ خوشی اس بنا پر کہ میرے قلم کی لغزش نہیں۔ افسوس اس لئے کہ ایک تو وہ لفظ خود بے نقط تحریر تھی۔ اس پر کسی ظالم کی دست اندازی نے بالکل ہی معدوم کردیا۔ قیاس پر زور دے کر ایک لفظ بنایا کہ یہ ہوسکتا ہے۔ مگر اپنے قیاس پر اعتماد نہ ہوا۔ دشت تحقیق و تلاش میں بادیہ پیما ہوگیا۔ اِدھر دیکھا۔ اُدھر ڈھونڈا۔ بالآخر "جوئندہ یابندہ" ملا علی قاری کی "مرقاۃ المصابیح" میں ملا۔ اس ملنے سے اگر نہ ملتا تو بدرجہا بہتر تھا۔ وہ لکھتے ہیں "فتمسک بسنتہ ای صغیرۃ او قلیلۃ کاحیاء آداب الخلاء مثلاً علی ما ورد فی السنۃ"

آنا دیکھ کر خیال ہوا کہ وہ لفظ نہ صغیرۃ ہوسکتا ہے نہ قلیلۃ۔ کوئی اور ہی لفظ ہے۔ آگے چلا ذیل کی عبارت ملی۔

"واما قول الطیبی ای بسنتہ قذرۃ فلغزۃ قلم وزلۃ قدم مما تنفر عنہا الطبع ویمجہ السمع۔ قال ابن حجر ولولا اشتہار علم الرجل وتحقیقہ وحسن حالہ وطریقتہ لقضینی علیہ بہذہ الکلمۃ بامر عظیم۔ کیف واصحابنا مصرحون بان من استقذر شیئاً منسوبا الیہ صلی اللہ علیہ وسلم

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کفر والسنۃ المنسوبۃ الیہ توصفہا بالقدرۃ لیوقع فی تملک الورطۃ۔ لولا امکان تاویلہ بانہ لیصفہا بالقذارۃ من حیث کونہا سنۃ بل من حیث تعلق فعلہا بستقذرہ و ہذا یفرض قیدہ انما یمنع الکفر فحسب لا الشناعۃ والقبح وسوء الادب"

یہ عبارت دیکھ کر بے ساختہ زبان سے نکلا، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

افسوس ہی نہیں بلکہ صدمہ تک نوبت پہنچ گئی کہ اپنا قیاس کردہ لفظ تو نہ نکلا۔ اور جو نکلا وہ نہایت لغو۔ اور غالباً اسی کو دیکھ کر کسی نے اس لفظ کو قلم زد کیا ہے۔ اور شاید اسی جرم میں علامہ طیبیؒ کی کوئی تصنیف طباعت واشاعت کا مرتبہ حاصل نہ کرسکی۔

اپنی اس کیفیت سے سکون کے بعد علامہ طیبیؒ۔ ابن حجر ہیثمیؒ اور ملا علی قاری کی حیثیت پر نظر ڈالی۔ معلوم ہوا کہ علامہ طیبیؒ کا علم وفضل تقویٰ و تورع ابن حجر اور ملا علی قاری کو بھی تسلیم ہے۔ مگر کلام سے غوامض ونکات تک پہنچنے میں جتنی علامہ طیبی کو دسترس ہے ابن حجر ہیثمی اور ملا علی اس کے عشر عشیر بھی نہیں۔ علامہ طیبی فنون تفسیر وحدیث اور علم البیان میں امام کی حیثیت رکھتے ہوئے اصناف لغت کے بھی ماہر ہیں۔

کلام کی تطویل (بات کا بتنگڑ بنانے) میں ملا علی قاری ابن حجر ہیثمی کے شاگرد ہیں۔

ابن حجر لفظ "قذرۃ" کو دیکھ کر پہلے تو دست وگریبانی کو تیار رہے۔ پھر تاویل کرنے میں اپنا وقت اور دماغ خرچ کرڈالا۔ تاہم فیصلہ خلاف ہی رہا۔ ملا علی قاری اس درجہ کے بھی نہ تھے۔ نقل راچہ عقل کرکے خاموش ہوگئے۔ آگے قدم نہ بڑھا سکا۔ اس طرف کسی کا خیال نہ گیا کہ کسی گندہ ذہن کاتب کی تندرافشانی بھی ہوسکتی ہے۔ دماغ میں الجھن رہی۔ کبھی خیال ہوتا کہ ایسے اکابرین کے مقابلہ میں خامہ فرسائی کرنا بے ادبی ہے۔ کبھی یوں جی چاہتا کہ علامہ طیبیؒ کے رخ انور سے گستاخ قاذورہ اڑادینی چاہیئے بالآخر قلم کی چودھری سے کرایستادہ ہو ہی گیا۔ پہلے خوردبین سے اس لفظ قلم زد کو دیکھا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

یہ شکل ظاہر ہوئی "ملیۃ" اس کو دیکھ کر یہ خیال کیا جا سکتا ہے کہ کاتب کے قلم کی روشنائی کچھ زیادہ ہو کر "ق" کی سی شکل ہو گئی۔ نیز یہ قیاس بھی کیا جا سکتا ہے کہ کسی کاتب نے اگلی عبارت دیکھ کر موقعہ کے لحاظ سے اس کو "قدزہ" سمجھ کر نقاط کا اضافہ کر دیا ہے۔ ورنہ یہ لفظ یا تو "فدرۃ" ہو سکتا ہے۔ تاج العروس میں ہے۔ فدر الفحل یفدر بالکسر فدرا بالفتح و فدورا بالضم..... فھو فادر فتر وانقطع وجفر عن الضراب وعدل... اب اصل عبارت یہ ہو جائیگی "فتمسک بسنۃ فدرۃ" اے منقطعہ متروکۃ ــــ یا "قدرۃ" ہے۔ تاج العروس والقدر بالتحریک قصر العنق قدر کفرح یقدر قدرا فھوا قدر قصیر العنق وقیل الاقدر القصیر من الرجال۔ اس عبارت پر غور کرتے ہوئے لفظ "قدرۃ" کنایۃً بمعنے صغیرۃ ہو سکتا ہے۔

یہ تحریف شدہ کلمہ یا یہی نسخہ ابن حجر کی نظر سے گذرا۔ اور بیچارے علامہ طیبیؒ مورد عتاب تھے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اب ہمارا قیاس کردہ کلمہ بھی ملاحظہ ہو ہمنے خیال کیا تھا کہ یہاں لفظ "ندرۃ" ہونا چاہئے۔ مگر اس کا کچھ ثبوت ہم نہیں پہنچا تا تھا۔ اسی اثنا میں یہ بھی خیال تھا کہ کہیں سے اور کوئی نسخہ مل جائے تو اس سے مقابلہ کر لیا جائے۔ تلاش جاری تھی۔ معلوم ہوا کہ رامپور میں جناب سید احمد شاہ صاحب قاضی شہر کے کتاب خانہ میں تین نسخے ہیں۔ میں نواب صاحب کا خط لے کر رامپور پہنچا۔ قاضی صاحب سے مدرسہ عالیہ میں نیاز حاصل ہوا۔ وہیں قاری اسمعیل صاحب سے بھی ملاقات ہو گئی۔ جن سے پہلی واقفیت تھی۔ کتاب خانہ دیکھنے کا وقت ظہر سے عصر تک مقرر ہوا۔ رہنمائی قاری صاحب کے ذمہ قرار پائی۔ چنانچہ میں قاری صاحب کی معیت میں قاضی صاحب کے دولت خانہ پر حاضر ہوا۔ بے حد اخلاق سے پیش آئے۔ کتاب خانہ میں نشست ہوئی طیبی کے نسخے نکالے گئے۔ جلسہ میں صرف تین اشخاص تھے قاضی صاحب۔ قاری اسمعیل صاحب۔ اور بندہ۔ باتیں بھی ہو رہی تھیں کتابیں بھی دیکھی جارہی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تھیں۔ اور چائے کا دور بھی چل رہا تھا۔

میرا مقصد یہاں قاضی صاحب کو کتاب مستعار دینے پر راضی کرنا تھا۔ وہاں اس لفظ کی تحقیق بھی مطلوب تھی۔ چنانچہ قدیم ترین نسخہ سے کردہ مقام نکالا۔ اس وقت یہ دیکھ کر مسرت کی کوئی انتہا نہ رہی کہ یہ لفظ وہی نکلا۔ جو اپنا قیاس کردہ تھا۔

چائے کی پیالی رکھ دی اور اُچھل پڑا۔ فرطِ مسرت میں آنکھیں پرنم ہوگئیں۔ صاحب خانہ کو استعجاب ہوا۔ تب میں نے فوراً گذشتہ واقعہ سنایا۔ اور جلسہ برخاست ہوا۔

افسوس کہ قاضی صاحب نے ہماری امید پر بیک جنبش زبان و قلم پانی پھیر دیا۔

ایک نظر ادھر بھی

سید کمال الدین حیدر الحسنی الحسینی الزیدی "تقویم بیت السلطنت لکھنؤ ۱۲۶۵ھ مطابق ۱۸۴۹ء مطبوعہ سلطانی" کے صفحہ ۴ خانہ اعداد ازواج حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں لکھے

"پانزدہ۔ بہترین ازواج خدیجۃ الکبریٰ و ام سلمہ۔ و بدترین۔
ازواج عائشہ و حفصہ دختران ابوبکر و عمر"

ہم اس وقت نہایت مصیبت و اضطراب میں پھنسے ہوئے ہیں۔ ایک طرف سید کمال الدین اور تاجدار سلطنت کا خوف کہ مذکورہ بالا جملہ پر ایک تنقیدی نظر ڈالنے میں اگر ذرا بھی خلاف طبع کمال دین سلطانی ہوگیا۔ تو عجیب نہیں کہ یہ دونوں حضرات بھی اسی وقت طیش میں آکر مراجعت فرمائیں۔ اور گردن زدنی کا حکم دے بیٹھیں۔ اس لئے کہ سید صاحب موصوف اس جنتری کے صفحہ ۲ سبب خوشی عید نوروز کی سطر آخر میں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

لکھتے ہیں: "دراں روز قائم آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ ظاہر خواہد شد۔ وظفر خواہد یافت امامان دیگر بنیا رجعت خواہند گرد"

دوسری جانب قرآن شریف کا ناطق حکم "وازواجہ امہاتھم" مسلمانو!۔ رسول کی بیبیاں تمہاری مائیں ہیں۔ اور "ولاتقل لھما اف" اپنے والدین کو اُف (ہوں) بھی مت کہو۔ (چہ جائیکہ بدترین)

پس اگر اس ڈر کے مارے اس حکم کو فراموش کرکے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبوبہ اور ایمانداروں کی پیاری ماں کی شان میں "بدترین" جیسا سخت اور گستاخانہ لفظ استعمال کریں تو آیۂ کریمہ "من اعرض عن ذکری فان لہ معیشۃ ضنکا" الخ کا تازیانہ معلوم کب تک کہاں کھینچے گا۔ لہٰذا اس قسم کے الفاظ ایسے مواقع میں استعمال کرنے کو اچھا سمجھنے والے حضرات ہمیں راستہ بتائیں۔

سنیں صاحب جب قیامت میں جو کچھ ہوگا دیکھا جائے گا۔ اب تو ذرا جرے اڑائیں ہم تو دین کمال کو ترجیح دیتے ہوئے عائشہ اور حفصہ کو (نعوذ باللہ) بدترین خبیث وغیرہ وغیرہ کہنے کو تیار ہیں۔

ناظرین! آپ آیندہ اس بیہودہ اور دلخراش لفظ کی جگہ صرف منقوطہ بیاض دیکھیں گے۔ وہاں پر اس کا صرف تصور کرلینا کافی ہے۔ اس سے سید کمال اور تاجدار لکھنؤ کی روح بھی آرام سے قبر کے کھٹنے میں سوتی رہیگی۔ اور کیا عجب ہے کہ سلطان مرحوم کی مذہبی ولی عہدی کرتے ہوئے کوئی صاحب خوش ہوکر دس بارہ ہزار روپیہ انعام بخش دیں۔ جس سے زندگی کا تو خوب لطف اٹھالیا جائے۔ مگر ایک شرط ہے۔ وہ یہ کہ آیۃ کریمہ "الخبیثات للخبیثین الخ" کو منطق شکل اول پر منطبق کرتے ہوئے ہر ایک جزو کے نتیجہ کو واضح طریقہ سے سمجھا دیا جائے آسانی کے لئے نتائج ہم کھینچے دیتے ہیں۔

(۱) صغریٰ۔ خبیث عورتیں خبیث مردوں کے لئے ہیں۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

(۲) کبریٰ۔ خبیث مرد خبیث عورتوں کے لئے ہیں۔

(۳) نتیجہ۔ خبیث عورتیں خبیث عورتوں کے لئے ہیں۔

جملہ مفروضہ۔ عائشہ اور حفصہ ۔۔۔۔ ہیں۔ توموافق مقدمہ ۱ ان کے مرد یعنی رسول کیا ہوئے۔ اور جب رسول ۔۔۔۔ ہوئے تو موافق مقدمہ ۲ باقی ازواج کیا ہوئیں اور جب باقی ازواج ۔۔۔۔ ہوئیں۔ تو موافق مقدمہ ۲ اولاد (فاطمہ) کیا ہوئیں۔ اور جب فاطمہ ۔۔۔۔ ہوئیں تو بدستور سابق ؟ ۔۔ پھر سلسلہ بسلسلہ ایسے عقائد کو اچھا سمجھنے والے سادات کیا قرار پائیں گے۔ اور پھر جب رسول ۔۔۔۔ ہوگیا تو اس کے پھیلائے ہوئے دین کے سامنے سر تسلیم خم کرنے کی کیا وجہ۔ اور اس کو فضیلت کیوں کر ہو سکتی ہے۔

ایں گلے دیگر شگفت

ایک قدم آگے بڑھ کر خانہ ازواج حضرت علی میں تحریر فرماتے ہیں "دوازدہ سوائے کنیزان۔ بہترین ازواج فاطمہ کہ امیر المومنین در حیات آں جناب نکاح دیگر نکرد" جب معیار بہتری عدم نکاح ثانی بحیات زوجہ اوّل ٹھہرا تو جملہ سابقہ میں ام سلمہ کے بہترین ہو جانے کی کیا وجہ۔ سچ ہے "دروغ گو را حافظہ نباشد"

ایک شیعہ صاحب نے یہ مضمون دیکھ کر کہا کہ امراۃ نوح ولوط کے متعلق کیا کہا جائے گا۔

اللہ کے بندے یہ نہ سمجھے کہ ان کے متعلق قرآن نے ہی کہا ہے "فخانتا ھما" جبکی سزا ان کو مل گئی۔ حضرت عائشہ وحفصہ رضی اللہ عنہما کی کوئی خیانت ثابت کی جاتی تب "بدترین" کہنے کے حقدار تھے۔ دوسرے مابدلنا آیۃ مکان آیۃ" کو بھی پیش نظر رکھنا چاہئے تھا۔

© rasailojaraid.com